۶

تبلیغ احمدیت میں صبر و استقلال سے مشغول رہنے کی ہدایت

(فرمودہ ۳ - مارچ ۱۹۳۳ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ جماعتیں ہمیشہ تلواروں کے سائے تلے پلا کرتی ہیں- اور جو شخص اِس قانونِ قدرت سے بچنا چاہتا ہے درحقیقت وہ اپنی کمزوریٔ ایمان کی شہادت دیتا ہے- ہمارے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ابتلاء اور ٹھوکریں اور رنگ کی رکھی ہیں- پہلے زمانہ میں اس قسم کے ابتلاء اور ٹھوکریں نہیں تھیں- اُس وقت زیادہ تر تلوار تھی- مخالف تلوار اُٹھاتا اور کسی کی گردن اُڑا دیتا یا پکڑتا اور پھانسی پر لٹکا دیتا- اب بظاہر یہ نظر آتا کہ اس قسم کی تلوار باقی نہیں رہی کیونکہ انگریزی حکومت میں تلوار اور گولی سے کسی کو ذہنی مخالفت کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا- مگر جب کسی قوم کے اخلاق بُرے ہوتے ہیں اور اس سے تلوار لے لی جاتی ہے تو اس تلوار کی بجائے اس کی زبان کی تلوار چلنی شروع ہوجاتی ہے- تلوار بعض اوقات نیک آدمی کے ہاتھ سے بھی لے لی جاتی ہے اور بعض اوقات بد آدمی کے ہاتھ سے بھی- مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ جب تلوار ایک نیک آدمی کے ہاتھ سے لے لی جائے تو اس کے اخلاق میں کسی قسم کی بُری تبدیلی پیدا نہیں ہوتی- اور تلوار چھن جانے کے باوجود وہ پھر بھی بہادر ہوتا ہے- پھر بھی رحم دل اور حوصلہ مند ہوتا ہے- اور پھر دشمنوں سے درگزر کرنے والا ہوتا ہے- لیکن جب بُرے آدمی سے تلوار لے لی جائے تو وہ گالی گلوچ اور طعن و تشنیع پر اُتر آتا ہے-

تم تجربہ کرکے دیکھ لو گندے اخلاق کے آدمی کو ذرا دِق کرو، وہ فوراً گالیاں دینا شروع

کردے گا- لیکن اگر وہ تلوار چلانے والا ہوگا' تو گالیاں نہیں دے گا بلکہ لڑنے لگ جائے گا- اسی لئے جو قومیں قتل کرتی ہیں' ان میں گالیاں دینے کی عادت کم ہوتی ہے- اور جو قتل نہیں کرتیں' ان میں گالیاں دینے کی عادت زیادہ ہوتی ہے- پس درحقیقت گالی قتل کے قائم مقام ہوتی ہیں- اور اس میں کیا شُبہ ہے کہ بعض دفعہ گالی کا زخم تلوار کے زخم سے بہت سخت ہوتا ہے-

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ کوئی ریچھ تھا' اس کا ایک آدمی سے دوستانہ تھا- اس کی بیوی ہمیشہ اسے طعن کیا کرتی تھی کہ تُو بھی کوئی آدمی ہے' تیرا ریچھ سے دوستانہ ہے- ایک دن اس کی دلآزار گفتگو اس قدر بڑھ گئی اور ایسی بلند آواز سے اُس نے کہنا شروع کیا کہ ریچھ نے بھی سن لیا- ریچھ نے تب ایک تلوار لی اور اپنے دوست سے کہا- یہ تلوار میرے سر پر مار (اس گفتگو کے متعلق حیرت نہیں ہونی چاہیئے- یہ صرف ایک کہانی ہے یہ بتانے کیلئے کہ کوئی آدمی ریچھ کی شکل کا ہوتا ہے اور کوئی انسان کی صورت کا) اس شخص نے بہتیرا انکار کیا- مگر ریچھ نے کہا کہ ضرور میرے سر پر مار- آخر اُس نے تلوار اُٹھائی اور ریچھ کے سر پر ماری- وہ لہولہان ہوگیا اور جنگل کی طرف چلا گیا- ایک سال کے بعد پھر اپنے دوست کے پاس آیا اور کہنے لگا' میرا سر دیکھ کہیں اس زخم کا نشان ہے؟ اس نے دیکھا تو کہیں زخم کا کوئی نشان دکھائی نہ دیا- تب ریچھ نے کہا بعض جنگل میں بُوٹیاں ہوتی ہیں- میں نے علاج کیا اور زخم اچھا ہوگیا- لیکن تیری بیوی کے قول کا زخم آج تک ہرا ہے- تو بعض اوقات تلوار کے زخم سے زبان کا زخم بہت زیادہ شدید ہوتا ہے- اور یہ تلوار ایسا زخم لگاتی ہے جو کبھی بھولنے میں نہیں آتا- پس گو لوہے کی تلوار چھین لی گئی لیکن چونکہ اخلاق درست نہ تھے اس لئے انہوں نے ایسی تلوار تلاش کی جو پُر امن حکومت میں رہتے ہوئے مخالف پر چلاسکیں- اور چونکہ لوہے کی تلوار ان سے لے لی گئی تھی اس لئے انہوں نے زبان کی تلوار چلانی شروع کردی- اور اس کے چلانے میں ایسا ملکہ حاصل کیا ہے کہ اس بارے میں وہ فرعون اور ابوجہل سے بھی بڑھ گئے ہیں- قرآن مجید میں دشمنانِ اسلام کے اعتراضات درج ہیں- اور احادیث میں وہ گالیاں بھی درج ہیں جو مخالف دیا کرتے تھے- مگر وہ ساری گالیاں ملا کر کسی ایک دشمنِ احمدیت کی گالیوں کے پاسنگ بھی نہیں- جس وقت اس کی زبان کھلتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک تیز رَو گھوڑا ہے جو ایک چابک کی بھی برداشت

نہیں کر سکتا۔ مگر سوار اسے ہنٹر پر ہنٹر مارتا چلا جاتا ہے۔ ان گالیوں کے ساتھ طعن بھی ہوتا ہے' جھوٹ بھی ہوتا ہے' فریب بھی ہوتا ہے' اشارے بھی ہوتے ہیں' بغض بھی ہوتا ہے' کینہ بھی ہوتا ہے' حسد بھی ہوتا ہے۔ غرض دنیا کی تمام شرارتیں ان میں ملادی جاتی ہیں۔ اور گو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ الفاظ ہیں مگر وہ بُغض اور کینہ کے پتھر ہوتے ہیں جو اپنے مقابل کو پیس دینا چاہتے ہیں۔ قدرتی طور پر یہ گالیاں بعض لحاظ سے بہت تلخ ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ جب ایک شخص کسی کے آقا پر تلوار کا وار کررہا ہو تو قربانی کرنے والا اپنا سینہ آگے کردیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ آؤ تم مجھے مارلو۔ وہ خود زخم برداشت کرتا ہے مگر اپنے آقا کو تلوار نہیں لگنے دیتا۔ لیکن یہ گالی کی تلوار وہ ہے جسے کوئی شخص خواہ کس قدر جانثار کیوں نہ ہو' روک نہیں سکتا۔ یہ اسی پر پڑتی ہے جس پر چلائی جاتی ہے۔ جب ابوجہل' عتبہ اور شیبہ نے محمد ﷺ پر تلواریں اُٹھائیں تو طلحہؓ اور زبیرؓ آگے آگئے اور انہوں نے اپنے سینوں اور ہاتھوں پر ان تلواروں کو لے لیا۔ علیؓ اور حمزہؓ آگے آگئے اور انہوں نے اپنے سینوں اور ہاتھوں پر ان تلواروں کو لے لیا۔ اِسی طرح انصار میں سے لوگ نکلے اور انہوں نے تلواروں کو اپنے سینوں اور ہاتھوں پر لیا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اِس زمانہ کی تلواریں یعنی گالیوں کی بوچھاڑ وہ چیز ہیں جنہیں کوئی مخلص اپنے نفس پر نہیں لے سکتا۔ وہ حیران ہوتے ہیں کہ ان گالیوں کی تلوار کو کس طرح اپنے سینوں پر لیں۔ کیونکہ گالی ایسی چیز ہے جسے کوئی دوسرا شخص نہیں لے سکتا۔ اِخلاص رکھنے والے گولیاں اپنے سینوں میں کھاسکتے ہیں' بندوقوں اور توپوں کے راستہ میں حائل ہوسکتے ہیں مگر گالی کو نہیں روک سکتے۔ پس اس لئے ان کی وجہ سے جوش تلوار چلانے سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

پچھلے سے پچھلے سال جب میں سیالکوٹ گیا اور کشمیر کی تحریک کے متعلق میرا لیکچر ہوا تو دشمنوں کی طرف سے مجھ پر پتھر برسائے گئے۔ اُس وقت جماعت کے مخلصین نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا۔ اور گو اُچٹ کر تین چار پتھر مجھے بھی آلگے مگر وہ نہایت معمولی تھے زیادہ زخم گھیرا ڈالنے والوں کو آئے اور پچیّس کے قریب احمدی شدید زخمی ہوئے۔ لیکن باوجود اس کے انہیں غصہ نہ رہا تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہم جس کو بچانا چاہتے تھے' اسے بچالیا۔ لیکن جب کوئی گالیاں دیتا ہے اور حملہ کو انسان اپنے اوپر نہیں لے سکتا تو اس کا جوش بڑھتا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ جسے میں بچانا چاہتا ہوں' اسے نہیں بچاسکتا۔ غرض گالی وہ تیر

ہے جو تمام جانثاروں کے سروں پر سے گزر کر وہاں پہنچ جاتا ہے جس کی طرف پھینکا جاتا ہے۔ پس اس میں کوئی شبہ نہیں کہ گالیوں کا زخم بہت گہرا ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے زمانہ کے ابتلاء پہلے سے کم ہیں۔ ہمارے زمانہ میں بھی ویسے ہی ابتلاء ہیں' فرق صرف یہ ہے کہ ان کی نوعیت اور شکل بدل گئی ہے۔ مگر یہ ابتلاء بھی مخلصوں کیلئے ہیں منافقوں کیلئے نہیں۔ ایک منافق آدمی جو خود بھی دشمنوں کے ساتھ مل کر حملہ کراتا ہو' اس کے سامنے اگر تلوار کا حملہ ہو تو اسے کیا تکلیف ہوسکتی ہے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول جو یہ کہا کرتا تھا کہ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ [۱] سب سے زیادہ معزز یعنی وہ سب سے زیادہ ذلیل یعنی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ محمد ﷺ کو مدینہ سے نکال دے گا۔ گویا وہ بدبخت رسول کریم ﷺ کو سب سے زیادہ ذلیل سمجھتا اور کہا کرتا کہ جب چاہوں گا انہیں مدینہ سے نکال دوں گا۔ ایسے آدمی کے سامنے اگر کوئی محمد ﷺ کو گالیاں دیتا تو اسے کیا تکلیف ہوسکتی تھی' وہ تو خوش ہی ہوتا۔

پس مخلص ہی ہے جسے تکلیف ہوتی ہے۔ اور مخلص ہی ہے جس کیلئے گالی اور تلوار برابر ہیں' بلکہ گالی میں زیادہ تکلیف ہے۔ کیونکہ دشمن تلوار مارے تو یہ بیچ میں حائل ہوسکتا ہے لیکن گالی کو کسی طرح روک نہیں سکتا۔ اور اگر اس کو جاکر کہے جو گالیاں دیتا ہے کہ تُو گالی نہ دے۔ تو ممکن نہیں کہ وہ گالی دینا چھوڑ دے۔ وہ تو کہے گا کہ میں اَور زیادہ گالیاں دوں کیونکہ میری گالیاں انہیں تکلیف دیتی ہیں۔ پس وہ ایک پتھر سے دو حملے کرتا ہے۔ اس پر بھی جو ایک قوم کا مطاع ہے اور اس پر بھی جو اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ غرض گالیاں اپنی ذات میں کوئی کم تکلیف دہ حملہ نہیں۔ لیکن بہرحال جس طرح صحابہؓ نے صبرواستقلال کے ساتھ تمام تکالیف کو برداشت کیا' ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی صبر سے اس ابتلاء کو برداشت کریں۔ میں قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا اور نہیں کہتا کہ ہمیں بے غیرت ہوجانا چاہیئے' بلکہ میں کہتا ہوں کہ مومن کی غیرت سے زیادہ کسی اَور کی غیرت نہیں ہوتی۔ سب سے زیادہ غیور مومن ہوتا ہے' گو سب سے زیادہ عفو کرنے والا بھی مومن ہوتا ہے۔ پس میں یہ نہیں کہتا کہ تم بے غیرت ہوجاؤ لیکن میں کہتا ہوں کہ تم اپنی غیرت کو صحیح طور پر استعمال کرو۔ اگر کوئی محمد مصطفیٰ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بُرا بھلا کہتا ہے تو ہماری غیرت یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ آؤ! اس شخص کو قتل کردیں۔ ہماری غیرت یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ جس طرح یہ

گالیاں دیتا ہے اِسی طرح ہم بھی اسے گالیاں دیں۔ مگر یہ بدلہ کوئی صحیح بدلہ نہیں ہوگا۔ قتل اور گالی یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن سے اسلام نے منع کیا ہے۔ اور اگر کوئی شخص قتل کرتا یا بالمقابل گالیاں دینا شروع کردیتا ہے تو وہ بھی اُسی صف میں کھڑا ہوجاتا ہے جس میں دشمن کھڑا ہے۔ آخر دشمن کیوں بُرا ہے؟ کیا اسی لئے نہیں کہ وہ نبیوں کی تعلیم سے انکار کرنے والا ہے۔

پس اگر تم بھی نبیوں کی کسی تعلیم کا انکار کرتے ہو تو تم بھی بُرے سمجھے جاؤ گے اور بجائے دشمن کو نقصان پہنچانے کے اپنا نقصان کر بیٹھو گے۔ آخر اس کمبخت نے تو مرنا تھا ہی' آج نہیں تو کل مرجائے گا۔ تم اگر اسے قتل کرتے ہو تو یہ تمہاری کوئی کامیابی نہیں۔ یا گالیاں دیتے ہو تو یہ تمہارے لئے کوئی عزت کی بات نہیں بلکہ تم اپنا ہی نقصان کرتے ہو۔ پس یہ طریق بدلہ لینے کا نہیں۔ بدلہ لینے کا طریق یہ ہے کہ ہم دشمن کے وہاں چوٹ لگائیں جو ہمارے لئے عزت کا موجب ہو اور اُس کیلئے فائدہ کا باعث ہو۔ دیکھو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم ہمیں بُرا تو کہتے ہو لیکن اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا[۲] کچھ پتہ بھی ہے' تمہارے بیٹے اور بیٹیاں' بھانجے اور بھانجیاں' عزیز اور رشتے دار سب کو ایک ایک کرکے محمد ﷺ کی گود میں لارہے ہیں۔ اسلام کے زمانہ میں ہمیں یہ نظارے نظر آتے ہیں۔ ایک شخص شدید دشمن ہوتا' رات اور دن رسول کریم ﷺ کی مخالفت میں لگا رہتا مگر وہ خود یا اس کا کوئی عزیز بیٹا یا بیٹی' بیوی یا بہن داخل اسلام ہوجاتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی واقعہ ہے۔ وہ اپنی جوانی کے دنوں میں اسلام کی مخالفت میں بہت بڑھ چڑھ حصہ لیا کرتے۔ حتّٰی کہ ان کے گھر کی ایک خادمہ مسلمان ہوگئی تھی' وہ اسے سخت پیٹا کرتے۔ اور جب خود مسلمان ہوگئے تو وہ یہ کہہ کر چِڑایا کرتی کہ تُم تو مجھے مسلمان ہونے کی وجہ سے پیٹا کرتے تھے' اب خود مسلمان ہوگئے ہو۔ انہوں نے ایک دفعہ عزم کیا کہ رسول کریم ﷺ کو قتل کردیں۔ تلوار سنبھالے جارہے تھے کہ راستہ میں انہیں ایک دوست ملا۔ اس نے پوچھا خیر تو ہے' کدھر کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے محمد (ﷺ) کو قتل کرنے جارہا ہوں۔ اس نے کہا واہ واہ بڑے باغیرت ہو محمد ﷺ کو تو قتل کرنے چلے ہو مگر اپنے دل کا حال معلوم نہیں کہ بہن اور بہنوئی مسلمان ہوچکے ہیں۔ کہنے لگے ہیں! یہ بات ہے' اچھا میں پہلے ان کا ہی صفایا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے رسول کریم ﷺ ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! ابوجہل یا عمر بن الخطاب ان دونوں میں سے کسی کو مسلمان کردے کیونکہ یہ دونوں پُرجوش اور اعزاز

رکھنے والے تھے۔ جب بہن کے گھر پہنچے تو دروازہ اندر سے بند تھا۔ اور اندر ایک صحابی قرآن شریف پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے دستک دی تو اندر سے پوچھا گیا کون ہے۔ انہوں نے کہا میں ہوں جلدی کھولو۔ انہوں نے حضرت عمر کی آواز سن کر اس صحابی کو تو کہیں چھپادیا اور قرآن کے اَوراق بھی پوشیدہ کردیئے، پھر دروازہ کھولا۔ حضرت عمر نے غصہ سے پوچھا دروازہ کھولنے میں دیر کیوں لگی ہے۔ کہا گیا یونہی دیر ہوگئی ہے۔ کہنے لگے بتاؤ کیا وجہ تھی؟ اُنہوں نے کچھ عُذر وغیرہ کئے مگر ان کی تسلی نہ ہوئی۔ اور چونکہ طبیعت میں سخت جوش تھا اس لئے بہنوئی کو مارنا شروع کردیا۔ ان کی بہن اپنے خاوند کو بچانے کیلئے آگے بڑھیں تو چونکہ حضرت عمر جوش میں ہاتھ اُٹھاچکے تھے، اس لئے بہن کے بھی ایک مُکّا لگا اور خون بہنے لگا۔ حضرت عمر جہاں نہایت سخت مزاج تھے وہاں رقیق القلب بھی بہت تھے۔ بہادر آدمی جب عورت پر وار ہوتے دیکھتا ہے تو سخت ندامت اور پشیمانی محسوس کرتا ہے۔ اِسی بناء پر حضرت عمر بھی نادم ہوئے اور کہنے لگے اچھا مجھے دکھاؤ تو تم کیا پڑھ رہے تھے؟ اس طرح انہوں نے اپنی شرمندگی کا اظہار کرنا چاہا۔ میں نے ابھی بتایا ہے کہ بہادر آدمی عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھایا کرتا۔ پھر میں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عمر اپنی لونڈی کو پیٹا کرتے تھے۔ دراصل اُس زمانہ کے اخلاق کے لحاظ سے لونڈی اور غلام انسان نہیں سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے انہیں مارنا پیٹنا کوئی بات نہ تھی لیکن ایک حُر اور آزاد عورت پر ہاتھ اُٹھانا سخت عیب متصور ہوتا تھا۔ انہوں نے جب قرآن کے اَوراق مانگے تو بہن نے کہا ہم نہیں دیں گے، تم ان کی بے حرمتی کرو گے۔ انہوں نے قسم کھائی کہ میں بے حُرمتی نہیں کروں گا اِس پر قرآن کی آیات دکھائی گئیں۔ چونکہ دل پہلے ہی رقّت حاصل کرچکا تھا اور روحانیت کا دروازہ کھل چکا تھا اس لئے جُوں جُوں پڑھتے جاتے آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے جاتے۔ پھر سیدھے رسول کریم ﷺ کے پاس پہنچے۔ وہاں بھی صحابہ دروازے بند کئے بیٹھے تھے۔ جب انہوں نے دروازہ کھولنے کیلئے کہا تو چونکہ بڑے تیز مزاج تھے، بعض صحابہ کو خدشہ پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ سختی کریں۔ حضرت حمزہؓ نے کہا کوئی بات نہیں دروازہ کھول دو۔ اگر اس نے ہاتھ اُٹھایا تو اس کا سر توڑ دوں گا۔ دروازہ کھولا گیا اور حضرت عمر اندر آئے۔ رسول کریم ﷺ نے ان کے دامن کو جھٹکا دے کر فرمایا۔ عمر! کس نیت سے آئے ہو؟ انہوں نے گردن جھکائی اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ کی بیعت کرنے کیلئے آیا ہوں [4]۔ غرض یہ سزا تھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخالفین کو مل رہی تھی۔ اور

یہی سزا ہے جو نیکی اور تقویٰ پیدا کرتی ہے۔ اگر ہم کسی کو مار دیتے ہیں تو اسے ہمیشہ کیلئے نیکی سے محروم کردیتے ہیں اور اگر کسی کو گالی دیتے ہیں تو بھی اس کے دل میں بُغض پیدا کرکے اسے نیکی سے محروم کرتے ہیں۔ صحیح اور مفید طریق یہ ہے کہ ظالم کی بجائے ہم مظلوم بنیں۔ اور اگر دشمن غصے اور کینہ کا اظہار کرے تو ہم نرمی، محبت اور ملائمت میں ترقی کرتے جائیں۔ اگر وہ دنیا کی اصلاح سے ہمیں روکے تو ہم اور زیادہ اس اصلاح پر کمربستہ ہوجائیں۔

اس زمانہ میں بھی میں دیکھتا ہوں کہ پھر احمدیت کے خلاف جوش پیدا ہورہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مَیں دیکھتا ہوں کہ بعض احمدیوں کے دلوں میں بھی ویسا ہی جوش ہے جیسے حضرت حمزہؓ کے دل میں تھا کہ انہوں نے کہا۔ آنے تو دو اگر اس نے کوئی خلاف حرکت کی تو اِس کا سر توڑ دوں گا۔ یہ حضرت حمزہؓ کے الفاظ تھے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ میں سر توڑ دوں گا۔ بلکہ آپ نے کہا عمر! تم کب تک ہمارے پیچھے پڑے رہو گے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ! میں تو توبہ کرنے آیا ہوں ۔ رسول کریم ﷺ کے کیا درد کے الفاظ ہیں اور کس طرح محبت ان میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ گویا ایک طرف تو رسول کریم ﷺ انہیں یہ بتارہے ہیں کہ تم ہمیشہ ظلم کرتے ہو اور پھر یہ بھی اظہار فرمارہے ہیں کہ ہم کبھی اس ظلم کا جواب نہیں دیتے۔ اور تیسری طرف یہ پوچھ رہے ہیں کہ عمر! تم نیکی کا کب تک انکار کرو گے۔ یہی چیز ہے جس سے آج بھی ہم کامیاب ہوسکتے ہیں۔ خدا نے ہمیں تلوار نہیں دی بلکہ آج ہمیں اس نے بے بس بنایا ہے اور اس لئے بنایا تا وہ ہمارے صبر کی آزمائش کرے۔ پس میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس عظیم الشان جہاد کے موقع پر گھبرائے نہیں۔ بلکہ یاد رکھے کہ ہمارا پیدا کرنے والا آقا اور ربّ جو پہلوں اور پچھلوں تمام کو پیدا کرنے والا ہے چاہتا ہے کہ ہمارے حوصلہ اور صبر کی آزمائش کرے۔ وہ چاہتا ہے کہ دیکھے جماعت غیرت سے صحیح طور پر کام لیتی ہے یا نہیں۔ اور غیرت کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا یہی مفہوم ہے کہ اگر پہلے یہ نیت تھی کہ دس آدمیوں کو احمدی بنائیں گے۔تو جب تمہیں مخالف مارتا ہے تم کہو اب ہم بیس یا تیس یا چالیس یا پچاس آدمیوں کو احمدی بنا کر رہیں گے۔ یہ ہے بدلہ اور یہ ہے وہ تلوار جو خدا نے ہمارے ہاتھ میں دی ہے۔ دوسری تلوار خدا نے ہمیں نہیں دی۔ اور اس کا منشاء ہے کہ وہ بغیر تلوار کے ہمیں دنیا پر غالب کرے۔

پس جو شخص اس منشاء کو پورا نہیں کرتا وہ اپنی ہلاکت کی آپ بنیاد رکھتا ہے آنکھ کا کام

ہے کہ وہ دیکھے اور کان کا کام ہے کہ وہ سُنے- جو آنکھ دیکھنے سے اور جو کان سننے سے انکار کردے گا یا جو ناک سونگھنے سے انکار کرے گی' وہ ضائع ہوجائے گی- کیونکہ جس غرض کیلئے کوئی چیز پیدا کی گئی ہو اگر وہ اسے پورا نہ کرے تو اسے رکھا نہیں جاتا- پس شدائد کو برداشت کرتے ہوئے صبر سے کام لو- اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء کیا ہے- اِس وقت خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے صبر کی آزمائش کرے- محمد ﷺ کے صحابہ اگر مکہ میں صبر سے کام نہ لیتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے راندے جاتے- اور اگر محمد ﷺ کے صحابہ مدینہ میں تلوار نہ اٹھاتے تو بھی خدا کی درگاہ سے راندے جاتے- انہوں نے اللہ تعالیٰ کی منشاء کو سمجھا اور کامیاب ہوئے- تم بھی اللہ تعالیٰ کا منشاء دیکھو- تمہاری تلوار' تمہاری بندوق' تمہاری توپ اور تمہارا ہتھیار اِس وقت صرف تبلیغ ہے- تلواریں اور توپیں لوگ خود بناتے ہیں مگر جو چیز تم کو دی گئی ہے' وہ خدا نے اپنے ہاتھ سے تمہارے لئے بنائی ہے- اور کون کہہ سکتا ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی خدا کی بنائی ہوئی تلوار ایک سی ہوتی ہے-

پس بُزدل مت بنو' غیور بنو- مگر جو خدا نے تمہارے لئے شاہراہ مقرر کی ہے' اس کے مطابق کام کرو- تم نکل جاؤ اُس کلام کو لے کر جو خدا کی طرف سے نازل ہوا- تم نکل جاؤ اس تعلیم کو لے کر جو مسیح موعود کی معرفت تمہیں ملی- دشمن ٹھٹھا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ ایک مجنون آدمی تھا- مگر تم جانتے ہو کہ دنیا کے تمام نور اس کے کلام سے نکل کر پھیل رہے ہیں- تم جانتے ہو کہ خدا نے اُنہیں مردود قرار دے دیا جو اُس کے دامن سے وابستہ نہیں- تم جانتے ہو کہ اس کی تعلیم دلوں میں تقویت دینے والی اور خدا سے ملا دینے والی ہے- تم جانتے ہو کہ وہ خدا کا عشق پیدا کرنے والی ہے- تم جانتے ہو کہ وہ محمد ﷺ سے محبت پیدا کرنے والی ہے- پس اِس تلوار کو تھامو اور دنیا میں دیوانہ وار نکل جاؤ- پھر اگر دنیا کی تلواریں بھی تم پر پڑیں اور وہ تمہاری گردنیں اُڑادیں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں ہونی چاہیئے- کیونکہ تم ابدی زندگی پاؤ گے اور خدا کی گود میں چلے جاؤ گے- کون موت سے ڈرتا ہے؟ وہی جسے خیال ہو کہ موت کے بعد اس سے باز پُرس ہوگی- مگر جسے یقین ہو کہ موت میں زندگی کا راز مُضمر ہے' وہ کب موت سے خوف کھاسکتا ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہی ایک صحابی کاواقعہ ہے- وہ ایک دفعہ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے- لوگوں کو حیرت ہوئی کیونکہ وہ بہت بہادر تھے- اور بعضوں نے ان سے پوچھا کہ آپ

کیوں بھاگے؟ آپ سے تو ہمیں یہ توقع نہیں تھی۔ انہوں نے کہا۔ اصل وجہ یہ ہے کہ میں ہمیشہ بغیر زِرہ کے لڑا کرتا تھا۔ آج اتفاقاً ت کو میں نے زرہ پہنی اور لڑائی کے وقت اُتارنی یاد نہ رہی۔ میرا مدمقابل وہ ہے جو دس بارہ مسلمانوں کو قتل کرچکا ہے۔ میں نے خیال کیاکہ اگر میں زِرہ پہنے ہی مرگیا تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا کہ آگے تو کبھی زِرہ پہنی نہیں تھی مگر آج موت کے ڈر سے پہن لی۔ تاکہ خدا سے ملنے کاجو دروازہ کھلنے والا ہے وہ نہ کھلے ۵۔ تو جس کو یقین ہوتا ہے کہ موت موت نہیں بلکہ زندگی کا دروازہ ہے' وہ موت سے کبھی نہیں ڈرتا۔ آخر تم کس لئے گھبراتے ہو' کیا اس لئے کہ وہ تمہیں ماریں گے؟ مگر میں کہتا ہوں وہ تمہیں نہیں مارسکتے کیونکہ اگر ہم واقعی محمد ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں تو دشمن ہمیں نہیں مارسکتا۔ ہم زندہ رہیں گے اور مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں گے۔ پس تبلیغ پر زور دو اور تکالیف میں صبر سے کام لو۔ دشمن اگر تمہیں مارتا ہے تو تم اور تبلیغ کرو۔ وہ گالی دیتا ہے تو تم اُس کیلئے دعا کرو۔ یہ رنگ اور یہ نمونہ دکھاؤ تو ایک سال کے اندر ہی عظیم الشان تبدیلی پیدا ہوجائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کئی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ مجھے جمالی رنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث فرمایا گیا ہے۔ پس جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جمالی رنگ میں آئے تو تم تلوار کس طرح چلاسکتے ہو۔ خداتعالیٰ تمہیں اگر جلالی رنگ دینا چاہتا تو پہلے تلوار دیتا۔ اور اب بھی اگر جلالی زمانہ لانا چاہے گا تو پہلے تلوار دے گا۔ کس طرح ہوسکتا ہے کہ خداتعالیٰ تلوار تو چھین لے اور حکم دے کہ تم دشمنوں کے ساتھ تلوار سے لڑو۔ اِس قسم کا حکم خداتعالیٰ نہیں دے سکتا۔ اِس وقت تمہارے ہاتھ میں تلوار نہیں بلکہ تمہارے دشمن کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ عیسائیوں کے پاس تلوار ہے' زرتشتیوں کے پاس تلوار ہے' غیراحمدیوں کے پاس تلوار ہے۔ اور ہندوؤں کے ہاتھ میں بھی ایک رنگ میں تلوار ہے کیونکہ اکثر ریاستیں ان کی ہیں۔ مگر ہمارے ہاتھ میں تلوار نہیں حتّٰی کہ کوئی ایک ریاست احمدیوں کی نہیں۔ پس ہمارے پاس نہ ماتحت تلوار ہے نہ افسر تلوار۔ پھر کس طرح ہوسکتا ہے ہم تلوار سے دشمن کا مقابلہ کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جہاد کے متعلق یہی فرمایا ہے کہ اگر خدا موجود زمانے میں جہاد بالسیف چاہتا تو مسلمانوں کو پہلے تلوار دیتا۔ پس بہادر بنو اور جرأت سیکھو۔ جرأت یہ نہیں کہ ذرا سی تکلیف پر شور مچانا اور گھبرانا شروع کردو کہ ہماری کوئی بات نہیں سنتا۔ تمہاری بات اگر کوئی نہیں سنتا تو تم چیخو اور

چلاؤ اور اللہ تعالیٰ کے حضور زاری کرو' دعائیں کرو کہ وہ تمہاری باتوں میں اثر ڈالے۔ اور جب دعا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی فوج خود بخود لوگوں کے دلوں کو تمہاری طرف پھیر دے گی۔ پس تبلیغ ہی تمہاری فوج ہے اور تبلیغ ہی تمہارے سپاہی۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ تمہاری تلواریں کام نہیں کرتی بلکہ ہمارے فرشتے کام کرتے ہیں۔ غرض روحانی سلسلوں میں نظر آنے والی فوجیں کام نہیں کرتیں بلکہ نہ نظر آنے والی فوجیں کام کیا کرتی ہیں۔ اگر تم سارے اکٹھے بھی ہو جاؤ تو بھی تم کتنے ہو' ایک مٹھی بھر ہی تو ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کے حضور زاری کرو' اسی سے دعائیں اور التجائیں کرو اور مدد اور استعانت چاہو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمت اور حوصلہ دے۔ پھر دیکھو گے کہ کس طرح فرشتے اُترتے اور دوسروں کے دلوں پر تمہاری باتیں اثر کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اس تائید پر تم جتنا چاہو فخر کرنا۔

ایک امیر کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ رات کو گانا بجانا جاری رکھتا جس سے ہمسایوں کو تکلیف ہوئی۔ محلّہ کے لوگوں نے ایک بزرگ کے پاس جو اسی محلّہ میں رہتے تھے' شکایت کی کہ اس سے نیند اور اخلاق خراب ہوتے ہیں۔ انہوں نے امیر کو سمجھایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ چونکہ بادشاہ کا مصاحب تھا' اس لئے اس نے بادشاہ سے شکایت کر دی۔ بادشاہ نے اس بزرگ کو بُلوایا اور کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے واقعہ سنایا اور کہا کہ یہ رُک جائیں تو اچھا ہے ورنہ ان کیلئے بہتر نہیں ہوگا۔ بادشاہ نے کہا کس طرح اچھا نہیں ہوگا۔ اس کا کون کچھ بگاڑ سکتا ہے؟ بزرگ نے کہا یوں تو میں نہیں کر سکتا مگر ایک چیز ہے جس سے میں مقابلہ کروں گا اور وہ راتوں کے تیر ہیں۔ بادشاہ سلامت! بیشک آپ کے پاس فوجیں ہیں' بندوقیں ہیں مگر آپ کے پاس راتوں کے تیر نہیں۔ ان کی اس دلیری کا اتنا اثر ہوا کہ بادشاہ نے اس امیر کو منع کر دیا اور امیر نے معافی مانگی۔ تو راتوں کے تیر تمہیں ملے ہوئے ہیں۔ جاؤ اور ان سے دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ قرآن تمہیں ملا ہوا ہے۔ جاؤ اور اس سے دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ حدیثیں تمہیں ملی ہوئی ہیں۔ جاؤ اور ان سے دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ یہی تمہاری تلواریں ہیں' یہی توپیں ہیں اور یہی بندوقیں ہیں۔ کونسا مسئلہ ہے جس میں ہم دشمن کو شکست نہیں دے سکتے۔ ہم ہر مسئلہ میں اسے نیچا دکھاتے ہیں۔ مگر وہ دھوکا کرتا ہے' فریب کرتا ہے' ملمع سازی سے کام لیتا ہے۔ کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا پروفیسر یا سائنسدان کسی مسئلہ میں ایک سچے احمدی کو شکست نہیں دے سکتا۔ اور آج تک ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہوا جس میں دلائل کی رو سے کسی احمدی نے

شکست کھائی ہو۔ مگر دشمن جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بول بول کر لوگوں کو ورغلاتا اور انہیں جماعت کے خلاف اُکساتا ہے۔

تم یاد رکھو جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ قرآن مجید میں آتا ہے جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ اور اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ باطل ہمیشہ بھاگا ہی کرتا ہے۔ پس بیشک وہ جھوٹ سے کچھ عرصہ تک لوگوں کو ورغلالیں مگر وہ جھوٹ نہیں جو بھاگے نہیں اور وہ سچ نہیں جو پھیلے نہیں۔ پس اِن دنوں زیادہ جوش سے تبلیغ پر کمربستہ ہوجاؤ۔ پرسوں پھر تبلیغ کا دن ہے اور یہ دن خصوصیت سے ہندوؤں میں تبلیغ کیلئے ہے۔ بیرونی جماعتیں تو زور شور سے تیاری کررہی ہیں مگر قادیان میں سُستی معلوم ہوتی ہے۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اِس دن تبلیغ کرے۔ چاہے تقریر کے ذریعہ اور چاہے تحریر کے ذریعہ۔ بہرحال تبلیغ کرنی ہے۔ اور جو باہر کی جماعتیں ہیں مثلاً لاہور اور گجرات جہاں کہ آج کل بہت زیادہ مخالفت ہورہی ہے۔ وہ میرے اِس خطبہ کو یاد رکھیں اور سمجھ لیں کہ جب تک وہ خدا کے منشاء کے مطابق کام نہیں کریں گی' کامیاب نہیں ہوں گی۔ ہمارے دل میں بیشک ان کی محبت ہے مگر ہماری محبت ان کے کام نہیں آسکتی۔ آج خدا چاہتا ہے کہ ہر انسان کو خود مدد دے۔

پس خدا کی محبت دل میں پیدا کرو تاکہ خود زمین و آسمان کا خدا تمہاری مدد کرے۔ آج سے تیرہ سَو سال پہلے جب محمد ﷺ دنیا میں آئے اور خدا نے تلوار کے ذریعہ اسلام کی مدد کی تو دشمن نے اعتراض کیا اور کہا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ تب خدا کی غیرت نے تقاضا کیا کہ وہ ایک دوسرے زمانہ میں تلوار مسلمانوں سے لے لے اور پھر اَدیانِ باطلہ پر اسلام غالب کرکے ثابت کرے کہ اسلام دلائل کی رُو سے غالب ہوا کرتا ہے نہ کہ تلوار کے ذریعہ۔ پس تم جاؤ اور دلائل کی تلوار سے مخالفین کو اسلام کے قدموں میں ڈال دو۔ اور یاد رکھو کہ آج اگر کوئی شخص اسلام کے نام پر تلوار چلاتا ہے تو وہ اسلام کا ازلی دشمن ہے کیونکہ وہ اس زبردست دلیلِ صداقت کو باطل کرنا چاہتا ہے جس کے متعلق خدا کا ارادہ ہے کہ دنیا پر ظاہر کرے۔ تم اگر اِس وقت ایک زبردست آدمی پر اُنگلی بھی رکھتے ہو اور وہ گر جاتا ہے تو وہ شور مچاسکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ میں اس کی اُنگلی سے گرا۔ اس طرح وہ دلیل جو خدا دنیا میں قائم کرنی چاہتا ہے' کمزور ہوجاتی ہیں۔

پس جاؤ اور گالیاں کھاؤ کہ اسی میں برکت ہے۔ ماریں کھاؤ کہ اسی میں برکت ہے۔ اپنے ہاتھوں کو روکو اور غیرت کا برمحل استعمال کرنا سیکھو۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس نعمت کی قدر کرے جو خدا نے اسے دی۔ اور ان ہتھیاروں سے مسلح ہو کر جو خدا نے نازل فرمائے دنیا کے دلوں کو اسلام کیلئے مسخّر کرے۔

(الفضل ۹ - مارچ ۱۹۳۳ء)

۱؎ المنٰفقون: ۹ ' بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ المنافقون باب یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل

۲؎ الرعد: ۴۲

۳؎،۴؎ الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۶۷ تا ۲۶۹ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۹۸۵ء۔ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۸۶ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۹۶۵ء

۵؎ فتوح الشام للواقدی صفحہ ۲۹۹ مطبوعہ نولکشور

۶؎ بنی اسرآءیل: ۸۲